December 2000 • No. 289 • Rs. 10

۱، ۲، ۳، ۴، ۵ کی رفتار سے سفر کرنا ایک نتیجہ خیز عمل ہے۔ ۱، ۲، ۴، ۸، ۱۶ کی رفتار سے سفر کرنا صرف ایک بے فائدہ چھلانگ۔

عصری اسلوب میں اسلامی لٹریچر، مولانا وحید الدین خاں کے قلم سے

کتاب	قیمت
تذکیر القرآن (مکمل)	400.00
مطالعہ سیرت	60.00
اسباق تاریخ	85.00
تعمیر حیات	60.00
تعمیر انسانیت	50.00
سفرنامہ غیر ملکی اسفار، جلد دوم	125.00
اسلام: ایک تعارف	80.00
اللہ اکبر	60.00
پیغمبر انقلاب	50.00
مذہب اور جدید چیلنج	65.00
عظمت قرآن	35.00
عظمت اسلام	50.00
عظمت صحابہ	7.00
دین کامل	60.00
الاسلام	45.00
ظہور اسلام	50.00
اسلامی زندگی	40.00
احیاء اسلام	35.00
راز حیات	65.00
صراط مستقیم	40.00
خاتون اسلام	60.00
سوشلزم اور اسلام	50.00
اسلام اور عصر حاضر	30.00
الربانیۃ	40.00
کاروان ملت	45.00
حقیقت حج	30.00
اسلامی تعلیمات	35.00
اسلام دور جدید کا خالق	25.00
حدیث رسول	40.00
سفرنامہ (غیر ملکی اسفار)	85.00
راہ عمل	25.00
تعبیر کی غلطی	80.00
دین کی سیاسی تعبیر	20.00

کتاب	قیمت
عظمت مومن	7.00
اسلام: ایک عظیم جدوجہد	5.00
تاریخ دعوت حق	5.00
مطالعہ سیرت (کتابچہ)	12.00
ڈائری (جلد اول)	80.00
کتاب زندگی	65.00
اقوال حکمت	25.00
تعمیر کی طرف	8.00
تبلیغی تحریک	20.00
تجدید دین	25.00
عقلیات اسلام	35.00
قرآن کا مطلوب انسان	8.00
دین کیا ہے؟	7.00
اسلام دین فطرت	7.00
تعمیر ملت	7.00
تاریخ کا سبق	7.00
فسادات کا مسئلہ	5.00
انسان اپنے آپ کو پہچان	5.00
تعارف اسلام	5.00
اسلام پندرہویں صدی میں	5.00
راہیں بند نہیں	12.00
ایمانی طاقت	7.00
اتحاد ملت	7.00
سبق آموز واقعات	7.00
زلزلہ قیامت	10.00
حقیقت کی تلاش	10.00
پیغمبر اسلام	5.00
آخری سفر	7.00
اسلامی دعوت	7.00
حل یہاں ہے	10.00
امہات المومنین	20.00
تصویر ملت	85.00

کتاب	قیمت
دعوت اسلام	50.00
دعوت حق	40.00
نشری تقریریں	80.00
دین انسانیت	60.00
فکر اسلامی	50.00
شتم رسول کا مسئلہ	50.00
طلاق اسلام میں	5.00
مضامین اسلام	60.00
حیات طیبہ	7.00
باغ جنت	7.00
نار جہنم	7.00
سچا راستہ	8.00
دینی تعلیم	7.00
خلیج ڈائری	10.00
رہنمائے حیات	7.00
تعدد ازواج	7.00
ہندستانی مسلمان	50.00
روشن مستقبل	7.00
صوم رمضان	7.00
اسلام کا تعارف	5.00
علما اور دور جدید	10.00
سفرنامہ اسپین و فلسطین	60.00
مارکسزم: تاریخ جس کو رد کر چکی ہے	12.00
سوشلزم ایک غیر اسلامی نظریہ	10.00
یکساں سول کوڈ	5.00
اسلام کیا ہے؟	8.00
میوات کا سفر	35.00
قیادت نامہ	35.00
منزل کی طرف	5.00
اسفار ہند	125.00
ڈائری ۹۰-۱۹۸۹	100.00
قال اللہ و قال الرسول	70.00

الرسالہ
Al-Risala

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صوم و صلوٰۃ نمبر

الرسالہ، دسمبر ۲۰۰۰

فہرست

عبادت	4
ارکان اسلام	6
پانچ وقت کی نماز	7
وضو کی برکت	10
نماز	11
نماز کی حقیقت	12
نماز میں خشوع	14
اللہ کے لئے جھکنے والے	15
نماز باجماعت	18
مسجد اور نماز	19
تہجد کی حقیقت	20
قیادت کی تربیت	21
دعاء	22
دعا کب قبول ہوتی ہے	23
رمضان کا روزہ	25
روزہ کا مقصد...	26
روزہ کیا ہے...	27
فاقہ نہیں	28
شکر گزاری	30
اللہ کی پکار	31
تقریر رمضان	32
سلف کنٹرول کی تربیت	36
ہمدردی کا مہینہ	38
دو فرحتیں	39
روزہ اور دعا	40
اخلاقی پرہیزگاری	42
روزہ کا فائدہ	44
روزہ کیا ہے	45
روزہ کی حقیقت	46
علامتی روزہ	47
دلیل نبوت	48
عید الفطر	49

اردو، اور انگریزی میں شائع ہونے والا

اسلامی مرکز کا ترجمان

زیر سرپرستی

مولانا وحید الدین خاں

صدر اسلامی مرکز

Al-Risala

1, Nizamuddin West Market,New Delhi-110013
Tel. 462 5454, 461 1128,
Fax 469 7333, 464 7980
e-mail: skhan@ vsnl.com
website: www.alrisala.org

SUBSCRIPTION RATES
Single copy Rs. 10
One year Rs. 110. Two years Rs. 200
Three years Rs. 300. Five years Rs. 480
Abroad: One year $ 10/£6 (Air mail)

DISTRIBUTED IN ENGLAND BY
IPCI: ISLAMIC VISION
481, Coventry Road, Birmingham B10 0JS
Tel. 0121-773 0137, Fax: 0121-766 8577
e-mail: info@ipci-iv.co.uk

DISTRIBUTED IN USA BY
AL-RISALA FORUM INTERNATIONAL
5801 SW 106th Street,
Ft. Lauderdale, FL 33328
U.S.A. Tel./Fax 718-2583439
e-mail: kaleem@alrisala.org

Printed and published by Saniyasnain Khan on behalf of The Islamic Centre, New Delhi. Printed at Nice Printing Press, 7/10, Parwana Road, Khureji Khas, Delhi- 110 051.

عبادت

قرآن میں ہے کہ اللہ تعالی نے انسان اور جنّ کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں (وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالاِنْسَ اِلاّ لِيَعْبُدُونِ)۔ یہ آیت حقیقتِ واقعہ کے اتنا زیادہ مطابق ہے کہ اگر صرف اسی ایک آیت پر غور کیا جائے تو وہ کسی آدمی کے اندر یہ یقین پیدا کرنے کے لیے کافی ہوگی کہ قرآن خداوند عالم کی کتاب ہے، انسان جیسی ایک مخلوق اس قسم کی کتاب وجود میں لانے پر قادر نہیں۔

انسان کی ہستی کے دو پہلو ہیں۔ ایک نفسیاتی (یا روحانی) اور دوسرے جسمانی۔ ان دونوں پہلوؤں سے انسان کی ترکیب ایسی ہے گویا وہ عبادتِ الٰہی کے لیے ہی پیدا کیا گیا ہے۔عبادت کا سب سے زیادہ کامل مظہر نماز (صلاۃ) ہے۔اس آیت کی روشنی میں نماز اور انسانی شخصیت کا مطالعہ کیجئے۔

انسان کی نفسیات کا مطالعہ بتاتا ہے کہ انسان عین اپنی تخلیق کے اعتبار سے یہ چاہتا ہے کہ کوئی ہو جس کے آگے وہ اپنے آپ کو جھکا دے۔یہی وجہ ہے کہ بیشتر انسان کسی نہ کسی کے آگے اپنے آپ کو جھکائے ہوئے ہوتے ہیں، اور اس جھکاؤ سے انھیں خصوصی تسکین حاصل ہوتی ہے۔مگر غیر خدا کے آگے جھکنا اس جذبہ کا غلط استعمال ہے۔اس طرح آدمی غیر خدا کو وہ چیز دے دیتا ہے جو اسے صرف خدا کو دینا چاہیے۔

نماز جب آدمی خدا کے آگے جھکتا ہے تو اس کو اپنے اس جذبہ کی پوری تسکین حاصل ہوتی ہے۔ نماز میں خدا کے آگے جھک کر وہ اپنے وجود کے اس پورے تقاضے کا جواب پالیتا ہے جو اس کے اندر اس طرح رچا بسا ہوا تھا کہ وہ اس کو نکالنا چاہے تب بھی وہ اس کو نکال نہ سکے۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ انسان کے فطری جذبہ کا مرجع حقیقی طور پر خدا کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا۔

اس کے بعد انسان کے جسم کو لیجئے۔آپ کسی آدمی کو نماز پڑھتے ہوئے شروع سے آخر تک دیکھیں۔آپ محسوس کریں گے کہ نماز آدمی کے پورے جسم کا مکمل استعمال ہے۔آپ کو ایسا معلوم ہوگا گویا آدمی اسی لیے بنایا گیا ہے کہ وہ نماز پڑھے۔

نماز کے لیے آدمی کا اپنے دونوں پیروں پر کھڑا ہونا، قبلہ رخ متوجہ ہونا، پھر ہاتھ باندھنا، زبان

سے نماز کے کلمات ادا کرنا اور امام کی آواز سن کر ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف جانا، دونوں ہاتھ گھٹنے پر رکھ کر رکوع کرنا، ہاتھ اور پیشانی اور بقیہ پورے جسم کو استعمال کرتے ہوئے سجدہ میں جانا، پھر چہرہ کو دائیں اور بائیں گھما کر سلام کرنا، دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا کرنا، وغیرہ۔

یہ ساری چیزیں انسان کے جسم سے اتنا زیادہ مطابقت رکھتی ہیں، اور ان حرکات میں انسان کے تمام اعضاء اس طرح شامل ہوجاتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا انسان کا پورا جسم اسی لیے بنایا گیا تھا کہ وہ نماز کی شکل میں اپنے رب کی عبادت کرے۔

تمام انسان فطرت اللہ پر پیدا کیے گیے ہیں۔ یہ فطرت اللہ یہ ہے کہ آدمی اللہ کی طرف متوجہ ہوجائے اور نماز کی صورت میں اس کی عبادت کرے۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ۔ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ (سورہ الروم، 30–31) پس تم یکسو ہو کر اپنا رخ اس دین کی طرف سیدھا رکھو۔ اللہ کی فطرت جس پر اس نے لوگوں کو بنایا ہے۔ اس کے بنائے ہوئے کو بدلنا نہیں۔ یہی سیدھا دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اسی کی طرف متوجہ ہو کر اور اسی سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ بنو۔

نماز کی یہی خاص صفت ہے جس کی بنا پر تاریخ میں اس طرح کی مثالیں ملتی ہیں کہ بہت سے لوگوں نے صرف مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر اسلام قبول کرلیا۔

آدمی کے اندر جو فطرت ہے وہ عبادت کی فطرت ہے۔ آدمی کا پورا وجود عبادت کا طالب ہے۔ دوسرے لفظوں میں کہا جاسکتا ہے کہ ہر آدمی پیدائشی طور پر نماز پڑھنے کا جذبہ لیے ہوئے ہے۔ ہر آدمی کا پورا جسم اور اس کے تمام اعضاء نماز کی صورت میں ڈھل جانے کا خاموش داعیہ لیے ہوئے ہے۔

اب جب ایک آدمی کسی نماز کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتا ہے تو اس کا پورا وجود کہہ اٹھتا ہے کہ یہی وہ عمل ہے جس کی طلب وہ اپنے اندر لیے ہوئے تھا۔ نماز اس کو خود اپنی تلاش کا جواب معلوم ہونے لگتی ہے۔ اس کی فطرت کی یہ تڑپ اس کو مجبور کرتی ہے اور وہ نمازیوں کے ساتھ نماز میں جھک جاتا ہے (وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ)۔

ارکان اسلام

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ بُنی الاسلام علی خمس۔ شھادۃِ أن لا الٰہ الا اللہ و أن محمداً عبدہٗ و رسولُہ واقام الصلاۃ و ایتاء الزکاۃ والحج وصوم رمضان (متفق علیہ)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور یہ کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

اس حدیث کے مطابق، اسلام میں پانچ چیزیں ستون کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جس طرح عمارت کچھ ستونوں پر کھڑی ہوتی ہے، اسی طرح اسلامی زندگی پانچ بنیادی ارکان پر قائم ہوتی ہے۔ یہ پانچ ارکان دراصل پانچ اصول کی نمائندگی کرتے ہیں۔ مومن وہ ہے جو اپنی زندگی کو ان پانچ اصولوں پر قائم کرے۔

کلمۂ شہادت کا مطلب خدا کی خدائی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری کا اعتراف ہے۔ اس کلمہ کے ذریعہ ایک آدمی خدا کا اس کے تمام صفات کمال کے ساتھ اقرار کرتا ہے۔ وہ محمد عربی کی اس حیثیت کا اقرار کرتا ہے کہ خدا نے ان کو تمام انسانوں کا ابدی رہنما بنایا۔ یہ حقیقت جس کے دل میں اتر جائے وہ اس کی پوری نفسیات میں شامل ہو جاتی ہے۔ ایسے آدمی کا سینہ ہر سچائی کے اعتراف کے لیے کھل جاتا ہے۔ وہ ایک ایسا انسان بن جاتا ہے جس کے لیے کوئی بھی چیز حق کے اعتراف میں رکاوٹ نہ بنے۔

نماز کی اصل تواضع ہے۔ جس آدمی کے اندر نماز کی حقیقت پیدا ہو جائے وہ گھمنڈ اور انانیت جیسی چیزوں سے یکسر خالی ہو جائے گا، اس کا رویہ ہر معاملہ میں تواضع کا رویہ بن جائے گا۔

زکاۃ کی حقیقت خدمت خلق ہے۔ جس آدمی کے اندر فی الواقع زکاۃ کی روح پیدا ہو جائے وہ تمام انسانوں کا خیر خواہ بن جائے گا، وہ ہر ایک کے لیے مفید بن کر زندگی گزارے گا۔

حج کی حقیقت اتحاد ہے۔ جو آدمی سچے جذبہ کے ساتھ حج کے مراسم ادا کرلے اس کے اندر اختلاف کا مزاج ختم ہو جائے گا۔ وہ اتحاد و اتفاق کے ساتھ لوگوں کے درمیان رہنے لگے گا۔

روزہ کی حقیقت صبر ہے۔ جو آدمی سچا روزہ دار ہو، وہ اسی کے ساتھ لازماً صبر دار بھی ہوگا۔ اس کے اندر یہ عمومی مزاج پیدا ہو جائے گا کہ وہ ناگواریوں کو برداشت کرتے ہوئے لوگوں کے درمیان زندگی گزارے۔

پانچ وقت کی نماز

اسلام کی عبادات میں سب سے اہم عبادت نماز ہے۔ نماز اہل ایمان کے اوپر رات دن کے درمیان پانچ وقت کے لئے فرض کی گئی ہے۔

احادیث میں نماز کے تمام مسائل تفصیل کے ساتھ آئے ہیں، ان میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ نماز اہل ایمان کے اوپر پانچ وقت کے لئے فرض ہے۔ فرض نمازوں کا پانچ ہونا روایات سے بتواتر ثابت ہوتا ہے۔ بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور دوسری کتب حدیث میں کثرت سے ایسی روایات ہیں جن میں الصلوات الخمس کے الفاظ آئے ہیں، اس سے صراحۃً یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرض نمازیں پانچ ہیں جو مخصوص اوقات میں مقرر کی گئی ہیں۔

نماز کا حکم قرآن میں

قرآن میں نماز کا حکم دیتے ہوئے ارشاد ہوا ہے: إن الصلوة كانت على المؤمنين كتاباً موقوتاً (النساء ۱۰۴) یعنی بے شک نماز اہل ایمان پر مقرر وقتوں کے ساتھ فرض ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا بھی اسی طرح مقرر وقت ہے جس طرح حج کا مقرر وقت ہے۔ نیز یہ کہ نماز کا ایک وقت جب گزر جاتا ہے تو اس کے بعد اس کا دوسرا وقت آتا ہے اور اس طرح رات اور دن کے درمیان اس کی یہ ترتیب مسلسل جاری رہتی ہے (تفسیر ابن کثیر ۱/۵۴۹)

اب سوال یہ ہے کہ نماز کے یہ مقرر اوقات کیا ہیں۔ قرآن کے مطالعہ سے واضح طور پر اس کے پانچ اوقات معلوم ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں جو پانچ اوقات حدیث سے معلوم ہوتے ہیں، ٹھیک وہی اوقات خود قرآن سے بھی ثابت ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر مندرجہ ذیل مقامات ملاحظہ ہوں:

۱۔	سورج نکلنے سے پہلے	(قبل طلوع الشمس، طه ۱۳۰)	فجر
۲۔	دوپہر ڈھلنے کے وقت	(لدلوك الشمس، بنی اسرائيل ۷۸)	ظہر
۳۔	غروب آفتاب سے پہلے	(وقبل غروبها، طه ۱۳۰)	عصر
۴۔	جب شام ہوتی ہے	(حين تمسون ، الروم ۱۷)	مغرب
۵۔	جب رات تاریک ہو جائے	(الی غسق الليل، بنی اسرائيل ۷۸)	عشاء

وضو کی برکت

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے وضو کیا۔ پھر بہتر طریقہ پر وضو کیا، اس سے اس کی خطائیں جاتی رہتی ہیں۔ حتیٰ کہ ناخن کے نیچے کی بھی (من توضأ فاحسن الوضوء خرجت خطایاہ حتی تخرج من تحت اظفارہ، رواہ مسلم)

بہتر وضو سے کیا مراد ہے، اس کی وضاحت دوسری روایتوں سے ہوتی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص بھی وضو کرے، پھر وہ اس کو پوری طرح کرے۔ اس کے بعد وہ کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، وہ جس دروازہ سے چاہے داخل ہو جائے (ما منکم من احد یتوضأ فیبلغ الوضوء ثم قال: اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ الا فتحت لہ ابواب الجنۃ الثمانیۃ یدخل من ایھا شاء، رواہ مسلم)

اسی طرح حدیث میں ہے کہ کوئی شخص جب وضو کرے تو اس کے بعد یہ دعا پڑھے کہ خدایا مجھ کو توبہ کرنے والوں میں سے بنا، اور مجھ کو پاک صاف لوگوں میں سے بنا (اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین، الترمذی) ایک اور روایت میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اس کے بعد آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ خدایا مجھے خطاؤں سے پاک کر دے جس طرح سفید کپڑا دھو کر میل سے پاک کر دیا جاتا ہے (اللھم نقنی من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس)

مختلف روایتوں میں یہ بات مختلف انداز سے بتائی گئی ہے کہ وضو سے آدمی کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ وضو اس کے گناہوں کے میل کو دھوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے

نماز

حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اور کفر کے درمیان ترک صلاۃ ہے۔ (بین الرجل والکفر ترك الصلاة) حضرت عمر نے فرمایا کہ نماز دین کا کھمبا ہے۔ (الصلاۃ عماد الدین) نماز "اللہ اکبر" کے قول سے شروع ہوتی ہے اور "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کے قول پر ختم ہوتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: تحریمها التکبیر وتحلیلها التسلیم۔

نماز کی ابتدائی تیاری وضو سے شروع ہوتی ہے۔ وضو کے بارہ میں حدیث میں آیا ہے کہ اس شخص کی نماز نہیں جس کا وضو نہ ہو اور اس کا وضو نہیں جس نے اس پر اللہ کے نام کو یاد نہ کیا (لاصلاۃ لمن لا وضوء لہ ولا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیه) وضو حقیقۃً ایک قسم کی عملی دعا ہے۔ آدمی اپنے جسم کے کچھ نمائندہ حصوں کو دھو کر اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہے کہ اسی طرح تو اپنی رحمت کے پانی سے میرے پورے وجود کو پاک کر دے، تو میرا تزکیہ کر کے مجھے جنت میں داخل کر دے۔

مؤذن جب اذان کے کلمات کہتا ہے تو اس کے بارہ میں حکم ہے کہ تمام نمازی اس کو سن کر اسی طرح اپنی زبان سے دہرائیں۔ یہ دہرانا درحقیقت مؤذن کی پکار پر لبیک کہنا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اس دینی عمل کے لیے پوری طرح تیار ہے جس کی طرف اس کو بلایا گیا ہے۔

اس کے بعد آدمی اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے) کہہ کر نماز میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہ اس حقیقتِ واقعہ کا اعتراف ہے کہ اس دنیا میں بڑائی صرف ایک خدا کے لیے ہے۔ پھر آدمی ادب سے کھڑا ہوتا ہے، وہ جھکتا ہے اور زمین پر اپنا سر رکھ دیتا ہے۔ یہ اس بات کا عملی اقرار ہے کہ خدا بڑا ہے، میں چھوٹا ہوں۔ میں آخری حد تک اس کی اطاعت کرنے کے لیے تیار ہوں۔

آخر میں نمازی اپنے دائیں اور بائیں چہرہ پھیر کر کہتا ہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہ اس طرح گویا وہ زمین پر بسنے والے تمام لوگوں کے لیے سلامتی اور خیر خواہی کے جذبہ کا اظہار کرتا ہے۔ خدا کو گواہ بنا کر وہ عہد کرتا ہے کہ وہ دنیا میں اس طرح رہے گا کہ اس کی وجہ سے کسی کی سلامتی کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو، ہر ایک کی جان اور مال اور آبرو، ہر چیز اس سے محفوظ اور مامون رہے۔

نماز کی حقیقت

یہ عصر کی نماز تھی ۔ امام نے نماز پوری کر کے سلام پھیرا، تھوڑی دیر بیٹھے اور اس کے بعد دعا کر کے اٹھ گیے ۔ ایک مقتدی نے امام صاحب کو روکا ۔ اور تضحیک کے انداز میں بولے: "عصر کی نیت کی تھی یا ظہر کی" یہ سن کر تمام نمازی ہنس پڑے جو پہلے ہی سے امام صاحب کو عجیب معنی خیز نظروں سے دیکھ رہے تھے ۔

میں نے مذکورہ مقتدی سے پوچھا کہ کیا بات ہے ۔ انھوں نے جواب دیا کہ "عصر کے وقت تسبیح (فاطمہ) پڑھی جاتی ہے ۔ مگر امام صاحب نے تسبیح پڑھے بغیر دعا کر لی اور اٹھ گیے" خیریت یہ ہے کہ امام صاحب نے کسی قسم کا کوئی جواب نہیں دیا ۔ خاموشی کے ساتھ اپنے حجرہ میں چلے گیے ۔ اگر انھوں نے کوئی تیز جواب دیا ہوتا تو یقیناً بات بڑھتی اور زبانی تنقید باقاعدہ ہاتھاپائی میں تبدیل ہو جاتی ۔

یہ ایک مثال ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان آج کل نماز کا کیا حال ہے ۔ وہ نماز کو صرف اس کے ڈھانچے کے اعتبار سے جانتے ہیں ۔ فرق اگر ہے تو صرف یہ کہ کچھ لوگ "مسنون" ڈھانچہ کو نماز سمجھے ہوئے ہیں اور کچھ لوگوں نے مبتدعانہ طور پر اس میں کچھ غیر مسنون چیزوں کا اضافہ کر لیا ہے ۔

نماز کا بلاشبہ ایک ڈھانچہ ہے ۔ مگر نماز کی اصل حقیقت اس کی اندرونی اسپرٹ ہے ، اور یہ اندرونی اسپرٹ خشوع ہے ۔ حتیٰ کہ اگر کسی کی نماز میں ظاہری ڈھانچہ ہو مگر اس میں خشوع کی کیفیت نہ پائی جائے تو ایسی نماز حدیث کے مطابق نماز ہی نہیں (لا صلوٰۃ لمن لم یتخشع)

ڈھانچہ والی نماز اور خشوع والی نماز کی ایک پہچان یہ ہے کہ جو آدمی ڈھانچہ والی نماز پڑھے ، اس کی نظر دوسرے کی نماز پر ہوتی ہے ۔ اور جو آدمی خشوع والی نماز پڑھے اس کی نظر اپنی نماز پر ۔ پہلی قسم کا آدمی دوسروں کی نماز میں "ٹکنکل" خامی نکال کر ان کے خلاف تقریر کرے گا ۔ اور دوسری قسم کا آدمی خود اپنی نماز کی کمیوں کو سوچ کر چپ رہے گا ۔ وہ اپنے احتساب میں اتنا زیادہ مشغول ہوگا کہ اس کو یہ فرصت ہی نہ ہوگی کہ وہ دوسروں کی نماز پر تبصرہ کرے ۔

نماز اللہ کی یاد کا نام ہے ، اور اللہ کی یاد کسی آدمی کے اندر جو کیفیت پیدا کرتی ہے اسی کو خشوع کہا گیا ہے ۔

رب کے پاس اس حال میں پہنچتا ہے کہ وہ بالکل پاک صاف ہوتا ہے اور اس کو جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پانی سے ہاتھ پاؤں کو دھونا اپنے آپ آدمی کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔ خطا اور گناہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے قلبی اعمال ہیں۔ ان کا تعلق آدمی کی نیت اور ارادہ سے ہے۔ اس لیے وہ اسی وقت دھل سکتے ہیں جب کہ آدمی کا قلب دھل جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی روایتیں اس انسان کے لیے ہیں جس کا جسمانی وضو اس کے لیے روحانی وضو بن جائے۔ جو وضو کا عمل اس طرح کرے کہ اسی کے ساتھ اس کا قلب اور ذہن بھی دھلتا چلا جائے۔ جس کی نفسیات اس کے وضو میں شامل ہو گئی ہو۔

ایک شخص جس کے دل میں اللہ کا خوف اور آخرت کا فکر سمایا ہوا ہو، وہ جب وضو کرتا ہے تو اس کے اندرونی احساسات کے اثر سے اس کا وضو کا عمل ایک ربانی عمل میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس کا مادی عمل اس کی روحانی کیفیات کے ساتھ مل جاتا ہے۔ اس کے ہاتھ وضو کے ظاہری عمل میں مشغول ہوتے ہیں اور اس کا ذہن دعا اور ذکر کے باطنی عمل میں۔ وہ پکار اٹھتا ہے کہ خدایا ـــــ جس ہاتھ اور پاؤں اور چہرے کو آپ نے آج کے دن پانی سے دھویا ہے، اس کو کل کے دن اپنی رحمت سے دھو دیجئے۔ جس جسم کو آپ نے دنیا میں مادی اعتبار سے پاک کیا ہے، اس کو قیامت کے دن اپنی رحمت اور مغفرت کے نورانی غسل سے پاک کر دیجئے۔

جب ظاہری وضو کے ساتھ یہ باطنی وضو مل جائے تو یہی وہ وضو ہے جس کے بعد آدمی کے لیے جنت کے سب دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس سے کہہ دیا جاتا ہے کہ تم جس دروازہ سے چاہو داخل ہو جاؤ۔

جسمانی وضو جسم کی پاکی ہے، اور روحانی وضو روح کی پاکی۔

نماز میں خشوع

"نماز دراصل وہی ہے جو خشوع کی نماز ہو" ایک صاحب نے کہا "میں جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں تو بہت کوشش کرتا ہوں کہ خشوع کے ساتھ نماز پڑھوں۔ مگر میری نماز خشوع کی نماز نہیں بنتی"۔

جواب یہ ہے کہ خشوع کی نماز اس طرح کسی کو حاصل نہیں ہوتی کہ جب وہ نماز کے لئے کھڑا ہو تو اپنے اوپر یہ خشوع طاری کرنے کی کوشش کرے۔ نماز کا خشوع دراصل ایک مسلسل واقعہ کا وقتی ظہور ہے۔ آدمی جب نماز سے پہلے کی زندگی میں اللہ کے آگے اپنے کو جھکائے ہوئے ہو تو اس کا یہ جھکاؤ اس کی نماز میں مزید کیفیات کے ساتھ ابھر کر وہ چیز بن جاتا ہے جس کو خشوع کہتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر آدمی کا حال یہ ہو کہ وہ نماز سے باہر غیر خاشعانہ زندگی گزار رہا ہو تو نماز میں وقتی طور پر وہ خاشع نہیں بن سکتا۔ ایک شخص ہے جس سے کسی کو محبت ہے تو اس محبت کرنے والے کے ساتھ ہی یہ واقعہ پیش آئے گا کہ اس کی یاد سے اس کا دل بھر آئے۔ اس کے برعکس جس کو اس شخص سے کوئی لگاؤ نہ ہو وہ وقتی تدبیر سے اس کی خاطر رونے والا نہیں بن سکتا۔

ایک شخص لوگوں کے درمیان تواضع کا طریقہ اختیار کرتا ہے اور دوسرا شخص ڈھٹائی کا۔ ایک شخص معاملات میں انصاف کرتا ہے اور دوسرا بے انصافی سے پیش آتا ہے۔ ایک عاجزانہ نفسیات کے ساتھ جی رہا ہے اور دوسرا متکبرانہ نفسیات کے ساتھ۔ ایک شخص اعتراف وتسلیم کو اپنا طریقہ بنائے ہوئے ہے اور دوسرا ہٹ دھرمی اور انکار کو، تو یہ ناممکن ہے کہ دونوں کی نمازیں یکساں قسم کی ہوں۔ ان میں صرف پہلا شخص ہے جس کی نماز خشوع کی نماز بنے گی۔ دوسرا شخص خواہ کتنا ہی چاہے یہ ناممکن ہے کہ وقتی طور پر ہاتھ باندھ کر اور قبلہ رو ہو کر وہ اپنی نماز کو خشوع کی نماز بنالے۔ خشوع کی نماز دراصل خاشعانہ زندگی کا ایک وقتی مظہر ہے۔ جو شخص اپنی زندگی میں خاشع نہ بنا ہو وہ کبھی خشوع کی نماز نہیں پڑھ سکتا۔

مجھے ایک بار معلوم ہوا کہ ایک محلہ کے دو مسلمانوں میں جھگڑا ہے۔ جھگڑا صرف شان کا تھا نہ کہ کسی واقعی مسئلہ کا۔ میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ان میں سے ایک شخص کے پاس گیا جو حیثیت میں زیادہ بڑے تھے۔ ہم نے ان کی بنائی ہوئی شاندار مسجد میں مغرب کی نماز ادا کی۔ یہیں مسجد میں مذکورہ بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ وہ بہت خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آئے۔ مگر جب ہم نے بتایا کہ ہم اس لئے آئے ہیں کہ آپ سے درخواست کریں کہ آپ فلاں مسلمان سے اپنا جھگڑا ختم کر دیں تو اچانک ان کا لہجہ بدل گیا۔ وہ کسی قیمت پر اپنے مسلمان بھائی کے آگے "جھکنے" پر راضی نہ ہوئے۔ ان کی گفتگو سے ان کی جس نفسیات کا اندازہ ہو رہا تھا وہ یہ تھی کہ ——— میرے پاس پیسہ ہے۔ میرے ساتھ اعوان وانصار ہیں۔ میں نے ایک شاندار مسجد کھڑی کر کے جنت خرید لی ہے، پھر مجھے کسی کے آگے جھکنے کی کیا ضرورت ـ مگر یہی نفسیات سب سے زیادہ خشوع کی قاتل ہے۔ جو شخص بندوں کے درمیان جھکی ہوئی زندگی گزار نہ رہا ہو وہ خدا کے سامنے بھی جھکنے والا نہیں بن سکتا۔ جو شخص اپنی صبح وشام کی زندگی میں خاشع نہ ہو وہ مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے بھی خشوع کا تجربہ نہیں کر سکتا۔

بندہ کو اپنے رب کے سامنے جو "سجدہ" کرنا ہے اس کے تین خاص مواقع ہیں۔ ایک موقع وہ ہے جس کو اعتراف حق کہا جاسکتا ہے۔ اللہ اپنے کسی بندے کی زبان سے جب حق کا اعلان کرائے تو لوگوں کے اوپر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اس پر لبیک کہیں۔ وہ اپنے رب کی آواز کو پہچانیں اور اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیں۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو ان کی مثال اس بدقسمت بچہ کی ہوگی جو اپنے مہربان باپ کو دیکھنے کے لئے اندھا ہو جائے اور اس کی آواز کو سننے کے لئے اپنے کان کو بہرا کرے۔ خدا کی آواز اگرچہ ایک انسان کی زبان سے بلند ہوتی ہے مگر وہ ایک ایسی آواز ہوتی ہے جس کی تصدیق سارے زمین و آسمان کر رہے ہوتے ہیں اور آدمی کی اپنی فطرت پوری طرح جس کا ساتھ دے رہی ہوتی ہے۔ ایسی آواز کے آگے نہ جھکنا اتنا بڑا انکار سجدہ ہے جس کے بعد ظاہری سجدوں کی کوئی قیمت نہیں۔ سجدہ کے جانچ کا دوسرا میدان اللہ کی راہ میں قربانی ہے۔ اللہ کو یہ مطلوب ہے کہ وقت کے تمام ذرائع اور وسائل کو استعمال کر کے اس کا دین لوگوں تک پہنچایا جائے۔ دین کی اجتماعی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ہر قسم کا ممکن انتظام کیا جائے۔ کچھ مخالفین اگر خدا کے دین کو دبانا چاہیں تو اللہ کے وفادار بندے کھڑے ہو کر دین کی طرف سے دفاع کریں خواہ اس راہ میں ان کو اپنا سب کچھ لٹا دینا پڑے۔ یہ دین کے لئے قربانی کے مواقع ہیں۔ جو لوگ ان مواقع پر اپنے جان و مال کو پیش کریں وہ جانچ میں پورے اترے اور جو لوگ اپنے جان و مال کو دین کی ضرورتوں میں نہ دیں وہ جانچ میں ناکام ہو گئے۔ "سجدہ" کے امتحان کا تیسرا میدان روزمرہ کے انسانی تعلقات ہیں۔ ایک انسان اور دوسرے انسان کے درمیان معاملہ کرتے ہوئے جب بھی ایسا ہو کہ دو قسم کا رویہ سامنے آجائے۔ ایک وہ ہو جس کا حکم اللہ نے دیا ہے، دوسرا وہ ہو جو اپنے جی کی خواہش کے مطابق ہے۔ اس وقت جو شخص اللہ کے حکم کے آگے جھک گیا وہ اللہ کے آگے سجدہ کرنے والا بنا اور جو شخص اپنے جی کی خواہش پر چلا اس نے گویا سجدہ سے انکار کر دیا۔

نماز میں رکوع کے لئے جھکنا اور سجدہ کے لئے گر پڑنا اگر حقیقی معنوں میں جھکنا اور گر پڑنا ہو تو مسجد کا سجدہ اور مسجد کے باہر کا سجدہ ایک دوسرے سے الگ نہیں رہتے۔ بلکہ دونوں ایک ہی واقعہ کی دو مختلف صورتیں بن جاتی ہیں۔ اسی طرح روزہ میں خدا کی منع کی ہوئی چیزوں کو چھوڑنا اگر سچے شعور اور جذبہ کے ساتھ ہو تو رمضان کے مہینے میں خدا کی ممنوعات کو چھوڑنا اور اس کے بعد زندگی کے معاملات میں خدا کی ممنوعات کو چھوڑنا دو الگ الگ چیزیں نہیں رہتیں۔ بلکہ ایک ہی تصویر کے دو رخ بن جاتے ہیں۔ جو شخص اس طرح سجدہ کرنے والا اور اس طرح روزہ رکھنے والا بن جائے وہ اللہ کی یاد میں جینے لگتا ہے، وہ آخرت کی فضاؤں میں سانس لینے لگتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے اللہ کے داعی کو پہچان کر اس کا اعتراف کر لینا یا اللہ کے دین کے لئے قربانی دینا ایسا ہی بن جاتا ہے جیسے کسی شخص کا اپنے محبوب بیٹے کو پہچاننا اور اپنا سب کچھ اس کے حوالے کر دینا۔

آخرت کا دن سچائی کے اعتراف کا دن ہے، اس دن وہی لوگ سچائی کے اعتراف کی توفیق پائیں گے جنھوں نے دنیا میں سچائی کے اعتراف کا ثبوت دیا ہو۔ آخرت کا دن مالک کائنات کے آگے جھکنے کا دن ہے، اس دن وہی لوگ مالک کائنات کے آگے جھکنے کے اہل ہوں گے جو دنیا کے معاملات میں اس کے آگے جھکنے والے بنے ہوں۔ آخرت کا دن اللہ کی رحمتوں میں شامل ہونے کا دن ہے۔ اس دن وہی لوگ اللہ کی نعمتوں میں شامل ہوں گے جنھوں نے اس وقت اللہ کی پکار پر لبیک کہا ہو جب کہ اللہ ابھی پردۂ غیب میں ہے۔ آخرت کا دن وہ دن ہے جب کہ اللہ اپنی تمام نعمتیں اپنے بندوں پر انڈیل دے گا، ایسے انعام میں حصہ پانے والا وہی شخص ہو سکتا ہے جس نے دنیا میں اپنے تمام اثاثہ کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا ہو۔

نماز باجماعت

عن عبدِ اللہ بن عمرَ أنَّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: صلاۃ الجماعۃ تفضُلُ صلاۃَ الفذِّ بسبع وعشرین درجۃً

حضرت عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا. جماعت کے ساتھ نماز تنہا نماز کے مقابلہ میں ۲۷ درجہ افضل ہے۔

(موطا الامام مالک ۹۳)

نماز کی مطلوب کیفیات جماعت کی نماز میں بڑھ جاتی ہیں. اس لئے اس کا ثواب بھی اللہ کے یہاں تنہا نماز کے مقابلہ میں زیادہ ہو جاتا ہے۔

جماعت کی نماز کے لئے آدمی کو پہلے سے سوچنا پڑتا ہے کہ اب وقت آگیا ہے۔ اب مجھ کو مسجد چلنا چاہئے۔ اس طرح نمازی کا ذہن پیشگی طور پر عبادت کی سوچ میں لگ جاتا ہے۔ پھر وہ اپنے گھر سے نکل کر مسجد کی طرف روانہ ہوتا ہے۔ ہر قدم اس کو یاد دلاتا ہے کہ تم خدا کی عبادت کے لئے جا رہے ہو۔ اس طرح گویا وہ نماز سے پہلے نماز میں مشغول ہو جاتا ہے۔

مسجد میں اس کو نماز کا پورا ماحول ملتا ہے۔ یہاں وہ محسوس کرتا ہے کہ میں اکیلا نمازی نہیں ہوں. بلکہ میں ایک وسیع نمازی برادری میں شامل ہوں. پہلے اس کی حیثیت اگر صرف نماز پڑھنے والے کی تھی تو اب اس کی حیثیت نماز قائم کرنے والے کی بن جاتی ہے۔

پھر جماعت کی نماز خود اپنے اندر عظیم ثواب رکھتی ہے۔ اکیلے کی نماز میں گویا کہ وہ اپنا امام آپ تھا. یہاں اس نے دوسرے کی امامت میں نماز ادا کر کے مزید تواضع اور خشوع کا ثبوت دیا۔ اکیلے کی نماز میں اس نے اپنے انفرادی اسلام کا احساس تازہ کیا تھا۔ جماعت کی نماز میں اس نے دوسرے ہم مذہبوں کے ساتھ اجتماعی اسلام کا زندہ تجربہ کیا۔ اکیلے کی نماز میں اس نے ایک فرد کی سطح پر فیضان خداوندی کو پایا تھا، جماعت کی نماز میں وہ پورے مجموعہ پر اترنے والے فیضان خداوندی میں شریک ہو گیا۔

اسی کے ساتھ جماعت کی نماز کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آدمی مسجد کے مقدس ماحول میں اپنے دوسرے بھائیوں سے جڑ جاتا ہے۔ وہ ان سے سیکھتا بھی ہے اور ان کو سکھاتا بھی ہے۔ وہ ان سے پاتا بھی ہے اور انہیں دیتا بھی ہے۔ اکیلے کی نماز میں اس نے اگر صرف نماز ادا کی تھی تو جماعت کی نماز میں وہ پورے اسلام کو ادا کرنے والا بن جاتا ہے۔

مسجد اور نماز

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میری امت پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ مسجدوں پر فخر کریں گے مگر اس کو (ذکر و نماز سے) بہت کم آباد کریں گے (یأتی علی امتی زمان یتباھون بالمساجد ثم لا یعمرونھا الّا قلیلا) فتح الباری ۱/۶۴۲

حضرت انسؓ سے ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ لوگ مسجدوں پر فخر کرنے لگیں (لا تقومُ الساعۃ حتی یتباھی الناسُ فی المساجد) سنن ابی داؤد ۱/۱۲۰

اس طرح کی روایتیں دراصل دور زوال کے مظاہر کو بتاتی ہیں۔ جب کسی قوم پر زوال آتا ہے تو ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ روح ختم ہو جاتی ہے، اور ظاہری چیزوں کی دھوم بڑھ جاتی ہے۔ ایسے زمانہ میں لوگ مسجدوں کی کثرت کا پُر جوش طور پر چرچا کرتے ہیں۔ وہ مسجد کی شاندار تعمیرات پر فخر کرتے ہیں۔ وہ اپنی قومی عظمت کو مساجد کے در و دیوار میں نمایاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے زمانہ میں لوگ صرف ظاہر کو جانتے ہیں، اس لیے ان کے پاس عمارتی عظمت کے سوا کوئی اور عظمت نہیں ہوتی جس میں وہ اپنے کو برتر محسوس کر سکیں۔

مگر جب لوگوں میں دین کی روح زندہ ہو تو ان کی نظر میں در و دیوار کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ معمولی طور پر بنی ہوئی مسجدوں میں نماز پڑھ کر ان کو اور زیادہ سکون ملتا ہے۔ ان کو ایسی مسجدیں پسند آتی ہیں جہاں روشنیوں کا انتظام نہ ہو، کیوں کہ وہاں توجہ الی اللہ میں ان کے لیے کوئی چیز حارج نہیں ہوتی۔ نرم قالینوں پر سجدہ کرنے کے بجائے انھیں مٹی کے فرش پر اپنی پیشانی رکھنا زیادہ محبوب ہوتا ہے، کیوں کہ یہ ان کے عاجزانہ سجدہ کے زیادہ حسب حال ہوتا ہے۔

در و دیوار کی عظمتیں ان لوگوں کے لیے خلل اندازی کا باعث ہونے لگتی ہیں جو اللہ کی عظمت و کبریائی میں کچھ لمحات گزارنے کے لیے مسجد میں آتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کے اور ان کے رب کے درمیان کوئی اور چیز حائل نہ ہو، اس لیے وہ سادہ مسجدوں کو اپنے لیے پسند کرتے ہیں نہ کہ چمک دمک والی مسجدوں کو۔

دعاء

دعا کا تصور عام لوگوں کے ذہن میں تقریباً وہی ہے جو عاملین کے یہاں پر اسرار کلمات کا ہوتا ہے۔ عامل یہ سمجھتے ہیں کہ فلاں فلاں الفاظ کسی خاص ترتیب یا خاص تعداد میں زبان سے ادا کر دیے جائیں تو اس کا لازمی نتیجہ فلاں صورت میں برآمد ہوگا۔ اسی طرح لوگوں کا خیال ہے کہ دعا الفاظ کے کسی مجموعہ کا نام ہے جس میں خاص تاثیرات چھپی ہوئی ہیں۔ اگر آدمی دعا کے ان الفاظ کو صحیح تلفظ کے ساتھ ادا کر دے تو اس کے نتیجہ میں وہ تمام تاثیرات لازماً ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گی۔

مگر یہ خیال صحیح نہیں۔ دعا اپنی حقیقت کے اعتبار سے کسی خاص قسم کے لفظی مجموعہ کا نام نہیں ہے بلکہ ان کیفیات کا نام ہے جو احساس احتیاج کے تحت آدمی کے اندر پیدا ہوتی ہیں اور پھر لفظوں کی صورت میں ڈھل جاتی ہیں۔

قرآن میں بہت سے انبیاء اور صلحاء کی دعائیں مذکور ہیں (مثلاً حضرت موسیٰ کی دعا، اصحاب کہف کی دعا، امرأۃ فرعون کی دعا) یہ ثابت ہے کہ ان لوگوں کی زبان عربی نہیں تھی۔ انبیاء کے متعلق قرآن میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ وہ مختلف علاقوں میں آئے اور وہ جہاں آئے وہیں کی مقامی زبان میں کلام کرتے تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان کی دعا ان کی اپنی مادری زبان (مقامی زبان) میں ہوتی تھی نہ کہ عربی زبان میں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن میں ان کی دعا صرف معناً مذکور ہے نہ کہ لفظاً۔

اسی طرح حدیث میں بہت سے انبیاء کی دعائیں مذکور ہیں۔ مثلاً حضرت عیسیٰ کی یہ دعا جو انھوں نے اپنے ایک شاگرد کو سکھائی:

> اللّٰهم فارجَ الهَم و کاشفَ الغمِّ و مجیبَ دعوةِ المضطرّین رحمٰنَ الدنیا و الآخرة رحیمَهما انت ترحمنی فارحمنی برحمةٍ تُغْنِنی بها عن رحمةِ مَنْ سواك (رواه البزار والحاکم والاصبهانی)

اے اللہ، مصیبت کو ہٹانے والے اور غم کو دور کرنے والے اور مجبور کی پکار کو سننے والے، دنیا اور آخرت کے رحمان اور رحیم، تو ہی دونوں کا رحمان ورحیم ہے پس تو مجھ پر ایسی رحمت فرما جو مجھے تیرے سوا دوسروں سے مستغنی کر دے۔

ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کی زبان عربی نہیں تھی اس لئے یقینی طور پر یہ دعا انھوں نے اس زبان میں بتائی جو ان کی اور حواریوں کی پیدائشی زبان تھی۔ حدیث میں یہ دعا اگرچہ عربی زبان میں نقل ہوئی ہے مگر یہ نقل بالمعنی ہے نہ کہ نقل بالالفاظ۔

روزہ کیا ہے .....

روزہ اخلاقی ڈسپلن کی سالانہ تربیت ہے

نظم یاڈسپلن ہر معاملہ میں کامیابی کے لئے ضروری ہے، خواہ وہ دنیا کا معاملہ ہو یا دین کا معاملہ۔ نظم یاڈسپلن صحتِ کار کی ضمانت ہے۔ کسی کام کی بخوبی ادائیگی اس کے بغیر ممکن نہیں۔

اسلام میں نماز کو مقرر اوقات میں فرض کیا گیا ہے۔ روزہ اور دوسری عبادات بھی مقرر تاریخوں میں اور مقرر وقت پر ادا کی جاتی ہیں۔ یہی معاملہ تمام دینی اعمال کا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نظم اور ڈسپلن کے بغیر کوئی بھی اسلامی عمل صحیح طور پر ادا نہیں کیا جاسکتا۔

روزہ نظم اور ڈسپلن کی اسی اسپرٹ کو پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ رمضان کا پورا مہینہ روزہ دار کو سخت ڈسپلن کے تحت گذارنا ہوتا ہے۔ سونا اور جاگنا، کھانا اور پینا، غرض ہر مشغولیت کو ایک سخت قسم کے نظام الاوقات کے تحت انجام دینا ہوتا ہے۔ اس طرح کی ایک منظم زندگی پورے مہینہ تک جاری رہتی ہے۔ اس طرح کی ایک ماہانہ زندگی آدمی کو اس قابل بنادیتی ہے کہ وہ سال کے بقیہ مہینوں میں بھی نظم اور ڈسپلن کے تحت زندگی گذارے۔

روزہ ایک مومن کے لئے اخلاقی ڈسپلن کی سالانہ تربیت ہے۔ روزہ آدمی کے اندر یہ مزاج پیدا کرتا ہے کہ وہ دنیا میں اس طرح رہے کہ وہ ایک بااصول انسان بنا ہوا ہو۔ وہ اپنے آپ کو پوری طرح خدا کے کنٹرول میں دیئے ہوئے ہو۔

روزہ خود انضباطی (سلف کنٹرول) کی مشق ہے۔ وہ ذمہ دارانہ زندگی گذارنے کی ایک سالانہ تربیت ہے۔

فاقہ نہیں

۲۵ جنوری ۱۹۹۷ کو دہلی کے کانسٹی ٹیوشن کلب میں روزہ پر ایک اجتماع تھا۔ اس موقع پر جناب سید حامد صاحب نے کہا کہ ایک بار دہلی میں ایک جلسہ تھا جس میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی بھی موجود تھے۔ اس موقع پر ایک تقریر ڈاکٹر تارا چند کی بھی تھی۔ انھوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ سال کا پورا ایک مہینہ روزہ میں بتانے کا جو طریقہ مسلمانوں میں ہے اس کے بارہ میں مسلمانوں کو نظرثانی کرنا چاہیے۔ یہ اپنی کارکردگی کو گھٹانے کے ہم معنی ہے۔ یہ طریقہ مسلمانوں کی ترقی کی راہ میں ایک مستقل رکاوٹ ہے۔

میں نے اپنی تقریر میں اس کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ یہ ایک غیر معقول اعتراض ہے۔ علمی حیثیت سے اس کے اندر کوئی وزن نہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ یہ روزہ کوئی فاقہ کشی (starvation) نہیں ہے۔ روزہ دار ایک مہینہ کے دوران صرف یہ کرتا ہے کہ وہ دن میں نہ کھا کر رات کو کھاتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ بعض فرقے ایسے ہیں جو ۲۴ گھنٹہ میں صرف ایک بار کھاتے ہیں۔ اس کے باوجود انھوں نے ہر قسم کی ترقیاں حاصل کی ہیں۔ پھر ایک مہینہ کے لیے دن کے بجائے رات کو کھانا کیوں کر ترقی میں رکاوٹ بن جائے گا۔

روزہ دراصل اپنی غذائی عادتوں (food habits) پر کنٹرول کرنے کا نام ہے۔ اس کو ایک لفظ میں غذائی تنظیم (regulated eating) کہہ سکتے ہیں۔ تجربہ بتاتا ہے کہ یہ جسمانی صحت کے لیے بہترین طریقہ ہے۔ منظم انداز میں خوراک لینے والے ہمیشہ صحت مند رہتے ہیں اور زیادہ کام کرتے ہیں۔ اس کے برعکس غیر منظم خوراک لینے والے لوگ اپنی صحت کو خراب کر لیتے ہیں اور نتیجۃً اپنی کارکردگی کی مقدار کو بھی گھٹا لیتے ہیں۔

ماہ رمضان کے روزہ کا مطلب شاید مذکورہ قسم کے لوگ یہ لے لیتے ہیں کہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایک مہینہ تک مسلسل کھانا اور پینا چھوڑ کر فاقہ کی زندگی گزاریں۔ حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ اسلامی حکم کا مطلب صرف یہ ہے کہ عام حالت میں اگر لوگ دن کو کھاتے ہیں اور رات کو نہیں کھاتے

تو رمضان میں ایک مہینہ کے لیے وہ اس ترتیب کو بدل دیں۔ یعنی دن میں نہ کھا کر رات کے اوقات میں کھائیں۔ روٹین میں اس قسم کی تبدیلی جسمانی اعتبار سے بھی مفید ہے اور روحانی اعتبار سے بھی۔

ماہ رمضان کے روزہ کے بارہ میں یہ اصولی اور نظریاتی بات تھی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اصولی اور نظریاتی اعتبار سے ماہ رمضان کے روزہ کے بارہ میں مذکورہ قسم کا اعتراض بالکل بے بنیاد ہے۔ اس کے حق میں کوئی واقعی دلیل موجود نہیں۔

مگر یہ صرف اصول اور نظریے کی بات نہیں۔ عملی واقعات بھی اس کو بالکل بے بنیاد ثابت کر رہے ہیں۔ عملی واقعات سے میری مراد (روزہ داروں) کی تاریخ ہے مسلمان پچھلے چودہ سو سال سے سال میں ایک مہینہ روزہ رکھتے چلے آرہے ہیں۔ مگر تاریخی واقعات بتاتے ہیں کہ اس روزہ نے کسی بھی درجہ میں ان کو کمزور نہیں کیا۔

اسلام کے دور اول میں اصحاب رسولؐ کی تعداد تقریباً ایک لاکھ تھی۔ یہ سب کے سب روزہ دار تھے، مگر انھوں نے تاریخ کا اہم ترین انقلاب برپا کیا۔ یہ اصحاب رسولؐ روزہ دار قوم کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس کے مقابلہ میں عرب قبائل، رومن ایمپائر اور ساسانی ایمپائر سب کے سب غیر روزہ دار لوگ تھے۔ ان دونوں گروہوں کے درمیان ٹکراؤ پیش آیا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ غیر روزہ داروں کے اوپر روزہ دار قوم نے کھلی فتح حاصل کی۔

اس کے بعد روزہ دار مسلمانوں نے بڑے بڑے معرکے سر کیے، اور وقت کی سب سے بڑی سلطنت قائم کی۔ ایک شاعر نے بجا طور پر کہا ہے کہ :

نہ تھا پلہ کسی ملت کا دنیا میں گراں ہم سے

پھر یہی روزہ دار لوگ تھے جنھوں نے بغداد میں اس وقت کا سب سے بڑا علمی مرکز قائم کیا۔ انھوں نے اسپین میں وہ علمی ترقیاں کیں جو بعد کو یورپ کے سائنسی انقلاب کی بنیاد بنی۔

حقیقت یہ ہے کہ روزہ آدمی کو کمزور نہیں کرتا۔ روزہ آدمی کو ذہنی اور جسمانی دونوں اعتبار سے طاقت ور بناتا ہے۔ نظریاتی مطالعہ بھی اس کی تصدیق کر رہا ہے اور تاریخ کا عملی مطالعہ بھی۔

شکر گزاری

روزہ کا مہینہ روحانی تزکیہ کا مہینہ ہے۔ روزہ کا مہینہ خدا سے قریب ہونے کا مہینہ ہے۔ روزہ کا مہینہ ان صفات کی تربیت کا خصوصی مہینہ ہے جو کہ اسلام میں مطلوب ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں روزہ (فاسٹنگ) کے باب کے تحت درج ہے کہ اسلام میں رمضان کے مہینہ کو توبہ کے مہینہ کے طور پر منایا جاتا ہے اور صبح سے شام تک مکمل فاقہ کیا جاتا ہے:

The month of Ramadan in Islam is observed as a period of pēnitence and total fasting from dawn to dusk. (IV/62)

توبہ بلاشبہ اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ حتی کہ پیغمبر اسلام کو حدیث میں نبی التوبہ کہا گیا ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ۱۵ر۱۰۵) توبہ اسلام کے پورے نظام سے اتنا زیادہ جڑا ہوا ہے کہ روزہ سمیت، کوئی بھی اسلامی عمل اس کی روح سے خالی نہیں۔

تاہم قرآن میں روزہ کا حکم دیتے ہوئے اس کی جو خاص حکمت بتائی گئی ہے، وہ شکر اور تقویٰ ہے۔ قرآن کے مطابق، رمضان کے مہینہ میں روزہ رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے اندر شکر اور تقویٰ کی کیفیت پیدا ہو۔ (البقرہ)

قرآن کا ابتدائی نزول رمضان کے مہینہ میں ہوا۔ اس بنا پر وہ اہل ایمان کے لئے شکر گزاری کا مہینہ قرار پایا۔ کیوں کہ یہ اللہ کی عظیم نعمت ہے کہ اس نے قرآن کی شکل میں وہ ہدایت نامہ اتارا جو انسان کے لئے سچا رہنما بن سکے۔

تقویٰ سے مراد محتاط زندگی ہے۔ انسان کے لئے دونوں جہان کی کامیابی اس میں ہے کہ وہ زندگی کے معاملات میں ہمیشہ احتیاط والا طریقہ اختیار کرے۔ اسی کا نام تقویٰ ہے، اور روزہ کے ذریعہ لوگوں کو اسی محتاط زندگی کی تربیت دی جاتی ہے۔

روزہ سلف ڈسپلن کی سالانہ مشق ہے۔ روزہ اختیار کے باوجود بے اختیاری کا ایک تجربہ ہے۔ اسی آدمی کا روزہ سچا روزہ ہے جو روزہ کے عمل سے اس قسم کی ذاتی تربیت پا کر نکلے۔ جس کا روزہ اس کو حقیقی معنی میں شاکر اور متقی بندہ بنا دے۔

اللہ کی پکار

الترمذی اور ابن ماجہ کی ایک روایت روزہ کے بارہ میں ہے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن باتوں کی خبر دی ان میں سے ایک یہ ہے کہ رمضان کا مہینہ جب آتاہے تو اللہ کی طرف سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے خیر کے طالب آگے بڑھو اور اے شر کے طالب رک جا (ینادی مناد، یاباغیَ الخیر اقبل ویاباغی الشر اقصر) (مشکاۃ المصابیح ۱/۶۱۱)

ان الفاظ میں ایک نفسیاتی حقیقت کو بتایا گیا ہے۔ رمضان کے مہینہ میں جب ایک آدمی روزہ رکھتا ہے تو اس کے نتیجہ میں ایسا ہوتا ہے کہ اس کی مادی قوتوں میں اضمحلال پیدا ہوتا ہے، اور اس کی روحانی قوتیں جاگ اٹھتی ہیں، اس طرح فطری طور پر اس کے اندر ایک طلب ابھرتی ہے ــــــ نیکی کی طرف بڑھنے کی اور برائیوں سے دور بھاگنے کی۔

روزہ آدمی کی شخصیت کے حیوانی پہلو کو دباتا ہے۔ وہ اس کے اندر چھپے ہوئے لطیف احساسات کو بیدار کرتا ہے۔ اس طرح آدمی اس قابل ہو جاتا ہے کہ اعلیٰ انسانی اقدار کی طرف تیز رفتاری کے ساتھ اپنا سفر طے کرسکے۔

روزہ ایک شدید تجربہ ہے۔ وہ آدمی کے معمولات کو توڑ دیتا ہے۔ آدمی کے صبح و شام غیر معمولی حالات میں بسر ہونے لگتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں کمزوری آتی ہے۔ جسم ٹوٹنے لگتا ہے۔ بے آرامی اور بے سکونی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

روزہ کا یہ پہلو آدمی کو موت اور آخرت کی یاد دلانے والا بن جاتا ہے۔ موت کے بعد آدمی کے اوپر محرومی اور بے بسی کی جو کلی حالت پیش آنے والی ہے، روزہ گویا جزئی طور پر اسی محرومی اور بے بسی کی پیشگی یاد دہانی ہے۔ روزہ آدمی کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ آنے والے دن کو اس سے پہلے محسوس کرے جب کہ وہ بالکل سامنے آچکا ہو۔ وہ موت سے پہلے موت کے بعد کی تیاری کرنے میں لگ جائے۔

تقریر رمضان

پچھلے کچھ سالوں سے ہمارے یہاں افطار پارٹی کا رواج بہت بڑھ گیا ہے۔ ہر سال رمضان میں سیکڑوں کی تعداد میں اس طرح کی پارٹیاں ہوتی ہیں۔ ان افطار پارٹیوں میں لوگ جمع ہو کر کھاتے پیتے ہیں تفریحی باتیں کرتے ہیں اور پھر اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کی افطار پارٹیوں پر فارسی شاعر کا یہ شعر صادق آتا ہے:

تن پروریٔ خلق فزوں شد ز ریاضت جز گرمیٔ افطار ندارد رمضان ہیچ

آج کے پروگرام کا یہ انداز نہایت صحت مند ہے کہ افطار پارٹی کے ساتھ یہاں اس اسلامی عبادت کے موضوع پر تقریروں کا پروگرام رکھا گیا۔ یہ ایک مفید طریقہ ہے۔ اس کے لیے میں پروگرام کے منتظمین کو مبارک باد دیتا ہوں۔ ضرورت ہے کہ اس طرح کے اجتماعات زیادہ سے زیادہ کیے جائیں اور مختلف مواقع کو اسلام کے مثبت تعارف کے لیے استعمال کیا جائے۔

اب مجھے روزے کے بارے میں کچھ باتیں کرنا ہے۔ روزہ ایک سالانہ عبادت ہے جو رمضان کے مہینہ میں ادا کی جاتی ہے۔ اس کا آغاز رمضان کا نیا چاند دیکھ کر ہوتا ہے۔ جب شعبان کا مہینہ ختم ہوتا ہے اور رمضان کی پہلی شام آتی ہے تو تمام آنکھیں آسمان کی طرف اٹھ جاتی ہیں تاکہ وہ ہلالِ رمضان کو دیکھ سکیں۔ روزہ کی عبادت اگر شمسی مہینہ کی بنیاد پر قائم کی جاتی تو ایسا نہ ہوتا۔ کیوں کہ شمسی مہینہ کو علم الحساب کے ذریعہ مقرر کیا جاتا ہے نہ کہ آسمان میں نیا چاند دیکھ کر۔

یہ گویا رمضان کے مہینہ کا پہلا سبق ہے۔ اسی طرح رمضان یہ پیغام دیتا ہے کہ تم زمین سے اپنی نظریں اٹھاؤ اور آسمان کی طرف دیکھو۔ تم نیچے کی طرف دیکھنے والے نہ بنو بلکہ اوپر کی طرف دیکھنے والے بنو۔ تم مخلوقات کی سطح سے بلند ہو کر خدا کی سطح پر جینا سیکھو۔ یہ وہی چیز ہے جس کو فطرت کی زبان میں اس طرح کہا گیا ہے کہ — سادہ زندگی اور اونچی سوچ:

Simple living and high thinking

اب میں روزہ کی حقیقت کے بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں کچھ باتیں کہوں گا۔

۱۔ قرآن میں جہاں روزہ کا حکم دیا گیا ہے وہاں ارشاد ہوا ہے کہ یہ حکم تم کو اس لیے دیا جا رہا ہے کہ تاکہ تمہارے

اندر تقویٰ پیدا ہو۔ تقویٰ کے مختلف پہلو ہیں۔ اس کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ آدمی کے اندر روحانی صفات پیدا ہوں۔ وہ روحانی ترقی (spiritual development) کا درجہ حاصل کرے۔

روحانیت ایک فطری صفت ہے۔ وہ ہر انسان کے اندر پیدائشی طور پر موجود رہتی ہے۔ مگر موجودہ دنیا میں بار بار ایسی باتیں پیش آتی ہیں جو فطرت کے اس عمل میں رکاوٹ (distraction) پیدا کرنے والی ہوں۔ انھیں میں سے ایک کھانا پینا بھی ہے۔ آدمی صبح سے شام تک مختلف صورتوں میں کچھ نہ کچھ کھاتا پیتا رہتا ہے۔ یہ کھانا پینا فطرت کے اس عمل کے راستہ میں ایک مستقل خلل اندازی ہے۔ چنانچہ ایک مہینہ کے لیے دن کے اوقات میں اس خلل اندازی پر روک لگا دی جاتی ہے تاکہ روحانی ارتقار کا عمل آدمی کے اندر بے روک ٹوک جاری ہو سکے۔

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کے نزدیک روزہ دار کے منہ کی بو مشک کی خوشبو سے زیادہ اچھی شے ہے
(ولخلوف فم الصائم عند اللہ اطیب من ریح المسك) مشکاۃ المصابیح ۱/۶۱۱

اس حدیث میں گویا خوشبو کا لفظ محض اپنے لفظی معنی میں نہیں ہے۔ بلکہ وہ علامتی معنی میں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ روزہ کا ظاہری پہلو اگرچہ ناخوش گوار ہے اس کا اندرونی پہلو خوش گواریوں سے بھرا ہوا ہے۔ بھوک پیاس کا پُرمشقت تجربہ آدمی کے اندر اس کی روحانیت کو جگاتا ہے۔

انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے۔ اس کے اندر مادیت بھی ہے اور روحانیت بھی۔ روحانیت کی ترقی ہمیشہ اس وقت ہوتی ہے جب کہ مادیت کے عنصر کو دبایا جائے۔ روزہ اسی قسم کی ایک تدبیر ہے۔ روزہ کا مقصد آدمی کو اس کے لیے تیار کرنا ہے کہ وہ اپنی روحانیت کا محافظ بن جائے۔ وہ اس مقصد کے لیے اپنی مادی ضرورتوں میں کمی کرے، خواہ کمی کرنے کا یہ عمل کھانے اور پینے جیسی ناگزیر انسانی ضروریات تک کیوں نہ پہنچ جائے۔

۲۔ حدیث میں روزہ کو شہر الصبر کہا گیا ہے۔ یعنی صبر کا مہینہ۔ اس سے روزہ کا ایک اور اہم پہلو معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ صبر و ضبط ہے۔ صبر کیا ہے۔ صبر یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔ وہ بے قید زندگی کے مقابلہ میں پابند زندگی کا طریقہ اختیار کرے۔ اس اعتبار سے روزہ خود انضباطی (self-discipline) کی مشق ہے جو صالح زندگی گزارنے کے لیے انتہائی طور پر ضروری ہے۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا اور پینا چھوڑے (مشکوٰۃ المصابیح ۱/۶۲۳)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ میں کھانے پینے کا ترک ایک علامتی ترک ہے۔ یہ علامتی ترک اس بات کا سبق ہے کہ آدمی ہر قسم کے جھوٹ اور برائی کو چھوڑ دے۔ وہ اپنے معاملات میں اخلاقی پابندی کا طریقہ اختیار کرے۔

اس طرح روزہ انسان کو سماج کا ایک صالح ممبر بناتا ہے۔ وہ انسان کو اس مقصد کے لیے تربیت دیتا ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان اعلیٰ کردار کے ساتھ زندگی گزارے اور پست کرداری کا طریقہ چھوڑ دے۔

۳۔ حدیث میں روزہ کے مہینہ کو شہر المواساۃ (ھو شھر المواساۃ) کہا گیا ہے۔ یعنی دوسروں کی ہمدردی کا مہینہ (مشکوٰۃ المصابیح ۱/۶۱۳)

اس پہلو کو دوسرے لفظوں میں انسانی خدمت کہا جا سکتا ہے۔ اس اعتبار سے روزہ کا مقصد یہ ہے کہ وہ روزہ دار کے اندر انسانیت کا درد پیدا کرے۔ وہ دنیا میں صرف اپنے لیے نہ جئے بلکہ دوسروں کے لیے جینا سیکھے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں انسان سے فرمائے گا کہ میں تمہارے پاس بھوکا آیا مگر تم نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ بندہ کہے گا کہ خدایا تو تو رب العالمین ہے تو کیسے بھوکا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آئے گا کہ میرا فلاں بندہ بھوک کی حالت میں تیرے پاس آیا تھا اگر تو اس کو کھلاتا تو مجھ کو تو اس کے پاس پاتا (صحیح البخاری، کتاب المرضیٰ)

انسان کے انسان ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کی ضروریات میں ان کے کام آئے۔ وہ سماج کے اندر اس طرح زندگی گزارے کہ دوسروں کی حاجتوں کو پورا کرنا بھی اس کی زندگی کے پروگرام کا ایک جزء بنا ہوا ہو۔ یہ انسانی صفت اس کے اندر ہو سکتی ہے جو دوسروں کی تکلیفوں کو اپنے سینے میں محسوس کرے۔ روزہ گویا یہی کیفیت پیدا کرنے کی ایک تربیت ہے۔ روزہ کے ذریعہ بھوک اور پیاس کے تجربہ کو انسان کا ذاتی تجربہ بنا دیا گیا۔ حاجت مند کے درد کو حاجت براری کرنے والے کے دل میں اتار دیا گیا تاکہ وہ انسانی خدمت کی راہ میں زیادہ سے زیادہ سرگرم ہو سکے۔

۴۔ رمضان کا ایک اور پہلو وہ ہے جس کا ذکر قرآن کی سورۃ نمبر ۹۷ میں آیا ہے۔ اس میں ارشاد ہوا ہے کہ قرآن کو اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر (شب قدر) میں اتارا۔ یعنی وہ رات جب کہ سال بھر کے متعلق

قضاوقدر کے محکم اور اٹل فیصلے زمین میں کام کرنے والے فرشتوں پر خدا کی طرف سے اتارے جاتے ہیں۔ یہ رات رمضان میں آتی ہے۔ چنانچہ رمضان کی آخری راتوں میں روزہ دار خصوصی طور پر عبادت کرتے ہیں تاکہ وہ اس رات کے فیوض کو پاسکیں۔ اس سورت (القدر) کا ترجمہ یہ ہے :

ہم نے اس کو اتارا ہے شب قدر میں۔ اور تم کیا جانو کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ فرشتے اور روح اس میں اپنے رب کی اجازت سے اترتے ہیں۔ ہر حکم لے کر۔ وہ رات سراسر سلامتی ہے، صبح نکلنے تک۔

اس سورۃ میں لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا کہ وہ ہزار مہینہ سے بہتر ہے۔ یہ مدت تقریباً ۸۴ سال بنتی ہے۔ یعنی وہ مدت جو کہ انسان کی اوسط عمر کی مدت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آدمی اگر شب قدر کی برکتوں کو پالے جو گویا روزے کی سعادتوں کا آخری نقطۂ عروج (culmination) ہے تو وہ تمام عمر کے لیے اصلاح یافتہ ہو جائے گا۔ اور اگر وہ شب قدر کی سعادتوں کو جزئی طور پر پائے تب بھی کم از کم سال بھر اس کی زندگی پر اس کے مبارک اثرات باقی رہیں گے۔ رمضان کے مہینہ کی اس اہم ترین رات کی صفت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ سلامتی ہی سلامتی ہے :

It is all peace till the rising of the dawn.

اس سے روزہ کا ایک اور اہم پہلو معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ روزہ کا مقصد آدمی کے اندر یہ صفت پیدا کرنا ہے کہ اس کی روح سراپا سلامتی بن جائے۔ وہ اپنے سماج کے اندر امن وسلامتی کے ساتھ رہنے لگے۔ سلامتی کی روح وہ ہے جو تکلیفوں میں بھی پرسکون رہے، مادی رغبتوں سے اوپر اٹھ جائے، جو ناخوش گواریوں کے ماحول میں بھی خوش گوار جذبات کے ساتھ جینے لگے۔

جس انسان کے اندر سلامتی کی یہ صفت پیدا ہو جائے اس کا وجود پورے ماحول کے لیے سلامتی بن جاتا ہے۔ وہ سماج کا ایک ایسا پرامن شہری بن جاتا ہے جس سے دوسروں کو صرف امن وسلامتی ملے۔ حتی کہ دوسرے لوگ اگر اس کو ستائیں تب بھی وہ اپنی پرامن روش پر پوری طرح قائم رہے۔

سلف کنٹرول کی تربیت

روزہ کے لیے اصل عربی لفظ صوم ہے۔ صوم کے معنی ہیں رکنا (abstinence) روزہ میں چوں کہ آدمی کھانے پینے سے اور دوسری خواہشوں سے رک جاتا ہے، اس لیے اس کو صوم کا نام دیا گیا۔

اسلامی شریعت میں روزہ مسلسل ایک مہینہ تک کے لیے ہے۔ ہر سال قمری کیلنڈر کے اعتبار سے رمضان کے مہینہ میں یہ روزہ رکھا جاتا ہے۔ سال میں ایک مہینہ کا یہ روزہ ہر اس مسلمان پر فرض ہے جو اس کو رکھنے کی طاقت رکھتا ہو۔

یہ روزہ رمضان کے مہینہ کی پہلی تاریخ سے شروع ہوتا ہے اور مہینہ کی آخری تاریخ کو ختم ہوتا ہے۔ چونکہ اس کا انحصار چاند دیکھنے پر ہے، اس لیے وہ کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ دن کا۔

صبح کو روزہ شروع کرنے سے پہلے جو کھانا کھایا جاتا ہے اس کو سحری کہتے ہیں۔ اس سحری کا وقت صبح صادق (morning twilight) کے ظہور تک رہتا ہے۔ روزہ توڑنے کے لیے جو کھانا کھایا جاتا ہے اس کو افطار کہتے ہیں۔ اس کا وقت سورج ڈوبنے کے فوراً بعد شروع ہوتا ہے۔ روزہ دار پر کھانے پینے وغیرہ کی جو پابندی ہے وہ صرف دن کے لیے ہے۔ رات کے وقت کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں۔

شام کو روزہ توڑتے وقت جو دعا پڑھی جاتی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے: خدایا، میں نے تیرے حکم سے روزہ رکھا اور تیری اجازت سے میں نے افطار کیا۔ یہ دعا روزہ کی روح کو بتاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کی اصل روح یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو خدا کی مرضی کا پابند بنائے۔ یہ پابندی پوری زندگی میں مطلوب ہے۔ رمضان کے مہینہ کا روزہ اسی پابند زندگی کی ایک سالانہ علامتی مشق ہے۔

اسلام کے مطابق، موجودہ دنیا میں انسان کو امتحان (Test) کے لیے رکھا گیا ہے۔ اس کو جو آزادی ملی ہے وہ اسی لیے ہے کہ وہ اس کو خود اپنی مرضی سے خدا کے حکموں کی پابندی میں استعمال کرے۔ آزادی کے اس پابند استعمال کے لیے آدمی کو اپنی خواہشوں پر روک لگانا پڑتا ہے۔ اس کے لیے سلف کنٹرول کی استعداد درکار ہے۔ روزہ اسی سلف کنٹرول کی سالانہ تربیت ہے۔

سلف کنڑول والی زندگی کے لیے صبر کی ضرورت ہے۔ روزہ یہی صبر کی صفت آدمی کے اندر پیدا کرتا ہے۔ اسی بنا پر حدیث میں روزہ کو صبر کا مہینہ (شھر الصبر) کہا گیا ہے۔ دنیا میں اسلامی طرز کی زندگی گزارنے کے لیے سب سے زیادہ جس چیز کی اہمیت ہے وہ صبر ہے۔ اسی لیے قرآن میں بتایا گیا ہے کہ صبر کرنے والوں کو خدا کے یہاں بے حساب اجر دیا جائے گا (39.10)

بے حساب اجر کی یہی خوش خبری حدیث میں روزہ کے لیے بھی بتائی گئی ہے۔ ابوھریرۃؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے نیک اعمال کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک دیا جاتا ہے۔ مگر روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا (بے حساب) بدلہ دوں گا (بخاری ومسلم)

بے حساب بدلہ کا استحقاق اصلاً صبر کے لیے ہے۔ صبر اسلام میں سب سے بڑی نیکی اور سب سے زیادہ قابل قدر صفت ہے۔ روزہ آدمی کو اسی صابرانہ زندگی کے لیے تیار کرتا ہے، اسی لیے روزہ پر بھی بے حساب انعام رکھ دیا گیا۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی شخص کے روزہ کا دن ہو تو وہ نہ کسی کو گالی دے اور نہ کسی سے جھگڑا کرے۔ اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا اس سے لڑائی کرے تو وہ اس سے کہہ دے کہ "میں ایک روزہ دار آدمی ہوں"

یہی وہ چیز ہے جس کو صبر یا پابندی کہا گیا ہے۔ یعنی اشتعال کا موقع پیش آئے تو اس پر مشتعل نہ ہونا۔ دوسروں کے منفی رویہ کے باوجود اپنے آپ کو مثبت رویہ پر قائم رکھنا۔ کوئی شخص زیادتی کرے تب بھی یک طرفہ طور پر اپنے آپ کو جوابی زیادتی سے بچانا۔

روزہ ایک سالانہ تربیتی کورس ہے جو آدمی کو اسی ضبط نفس کے قابل بناتا ہے۔ جس آدمی کے اندر ضبط نفس آجائے اس کے اندر وہ طاقت آگئی جس کے ذریعہ وہ اپنے آپ کو تھامے، جس کے ذریعہ وہ اپنے آپ کو شریعت کی مقرر کی ہوئی اخلاقی حد پر باقی رکھے، اور صحیح اور مطلوب زندگی گزارے۔

روزہ میں کھانا اور پانی چھوڑنا علامتی طور پر غیر مطلوب چیزوں کو چھوڑنے کا سبق ہے۔ اسی لیے پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ جو آدمی جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا اور اپنا پینا چھوڑ دے۔

ہمدردی کا مہینہ

روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کا مہینہ شہرالمواسات ہے۔ (مشکاۃ المصابیح ۱/۶۱۳) یعنی لوگوں کی مدد کرنے اور لوگوں کے ساتھ ہمدردی کرنے کا مہینہ۔ یہ روزہ کا وہ پہلو ہے جس کو انسانی پہلو کہا جاسکتا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کے مہینہ میں بہت زیادہ صدقہ کرتے تھے۔ اس مہینہ میں کوئی بھی سوال کرنے والا آپ کے یہاں سے خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا تھا۔ اسی طرح حدیث میں ہے کہ روزہ کے مہینہ میں جو شخص کسی کو کھلائے تو وہ اس کے لئے مغفرت کا ذریعہ ہوگا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی روزہ دار کو کھلائے گا تو وہ بھی اس روزہ کے ثواب میں شریک ہو جائے گا (۱/۶۲۱)

روزہ کے مہینہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں آدمی بھوک پیاس کا ذاتی تجربہ کرتا ہے۔ یہ تجربہ امیر اور غریب دونوں کو یکساں طور پر ہوتا ہے۔ یہ تجربہ صرف ایک بار وقتی طور پر نہیں ہوتا بلکہ مسلسل ایک مہینہ تک ہر روز اس کو اس خصوصی کورس سے گزارا جاتا ہے۔

اس طرح روزہ ہر آدمی کو یہ تجربہ کراتا ہے کہ انسانی ضرورتیں کیا ہیں۔ وہ بتاتا ہے کہ پیاس کیا ہے اور بھوک کیا چیز ہے۔ جو لوگ عام حالات میں بھوک پیاس کو محسوس نہیں کر پاتے وہ بھی رمضان کے مہینہ میں ذاتی طور پر اس کا تجربہ کر لیتے ہیں۔ اس طرح روزہ ہر آدمی کو ایک سطح پر پہنچا دیتا ہے۔ امیر آدمی بھی کچھ دیر کے لئے اسی حالت پر پہنچ جاتا ہے جس حالت پر ایک غریب آدمی جی رہا تھا۔

اس طرح ہر آدمی کی انسانیت جاگ اٹھتی ہے۔ ہر آدمی دوسروں کے احساس میں شریک ہو جاتا ہے۔ ہر آدمی کے اندر یہ جذبہ ابھرآتا ہے کہ وہ دوسروں کی ضرورت میں ان کے کام آسکے۔ وہ بقدر استطاعت دوسروں کی مدد کرے۔ اس طرح روزہ ایک دوسرے کی ہمدردی اور ایک دوسرے کی مدد کا ایک عام جذبہ پیدا کر دیتا ہے جو رمضان کے بعد بھی مہینوں تک باقی رہتا ہے۔ یہاں تک کہ سال بھر پورا ہو کر پھر دوسرا رمضان آجاتا ہے جو دوبارہ آدمی کے اندر وہی انسانی جذبات ابھار دے۔

دو فرحتیں

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: للصائم فرحتان. یفرحهما. اذا افطر فرح و اذا لقی ربہ فرح بصومہ. یعنی روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں جن سے وہ خوش ہوگا. جب وہ افطار کرتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے۔ اور جب وہ اپنے رب سے ملے گا تو اپنے روزہ کے انعام پر خوش ہوگا (فتح الباری ۴/۱۴۱، صحیح مسلم بشرح النووی ۸/ ۳۱)

روزہ دار دن بھر بھوکا پیاسا رہتا ہے۔ اس کے بعد شام کو جب وہ افطار کرتا ہے اور کھانا اور پانی اس کے جسم میں داخل ہوتا ہے تو قدرتی طور پر اس کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ پھر موت کے بعد آخرت میں جب یہ روزہ دار اللہ سے ملے گا اور اللہ اس کی روزہ داری کے بدلے میں اس کو جنت میں داخل کرے گا تو اس وقت مزید اضافہ کے ساتھ اس کو کامل خوشی حاصل ہوگی۔

حقیقت یہ ہے کہ روزہ دنیا کی زندگی کی علامت ہے اور افطار آخرت کی زندگی کی علامت۔ دنیا میں مومن کو ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانا ہے اور قربانیوں کو برداشت کرنا ہے۔ لذتوں سے محروم ہو کر اس کو خدا کی اطاعت کرنا ہے۔ مگر آخرت کا معاملہ اس سے مختلف ہوگا۔ وہاں اس کے لئے خوشیاں ہی خوشیاں ہیں اور وہاں اس کے لئے آرام ہی آرام۔ اس طرح روزہ علامتی طور پر مومن کی دنیا کا تعارف ہے، اور افطار علامتی طور پر مومن کی آخرت کا تعارف۔

دنیا کی زندگی، مومن کے لئے فاقہ کی زندگی ہے، اور آخرت کی زندگی، مومن کے لئے اکل و شرب کی زندگی۔ دنیا میں مومن کے لئے ذمہ داریاں ہی ذمہ داریاں ہیں، اور آخرت میں مومن کے لئے انعام ہی انعام۔

روزہ آدمی کو احساس دلاتا ہے کہ دنیا میں اسے قربانیوں کی حد تک جاکر اپنا فرض ادا کرنا ہے۔ اور افطار کی صورت میں اس کو یہ تجربہ کرایا جاتا ہے کہ بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جبکہ اس کا خدا اس طرح کی قدر دانی کرے گا کہ اس کو ابدی جنتوں میں داخل کر دے گا جہاں ہر قسم کی لامحدود خوشیاں اور لذتیں بھی ہوں گی، اور اسی کے ساتھ ان سے بہرہ اندوز ہونے کی مکمل آزادی بھی۔

اخلاقی پرہیزگاری

حدیث میں رمضان کو شہر الصبر کہا گیا ہے (مشکاۃ المصابیح ۱/۶۱۳) یعنی صبر و برداشت کا مہینہ۔ اس مہینہ میں آدمی کو اس بات کی تربیت دی جاتی ہے کہ وہ اپنے منفی جذبات پر قابو رکھتے ہوئے فتنوں کی اس دنیا میں کامیاب زندگی گزار سکے۔ آدمی کے منفی جذبات ہی اس کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ اور روزہ اسی سب سے بڑے انسانی مسئلہ کے حل کی ایک مقدس تدبیر ہے۔

اس بات کو حدیث میں اس طرح کہا گیا ہے کہ ہر چیز کی ایک زکاۃ ہوتی ہے، اور جسم کی زکاۃ روزہ ہے (مشکاۃ المصابیح ۱/۶۳۹) یہاں زکوٰۃ سے مراد پاکی ہے۔ یعنی ہر چیز کو پاک کرنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے۔ اور جسم کو پاک کرنے کے لئے روزہ کا طریقہ مقرر کیا گیا ہے۔ روزہ کی حیثیت جسم انسانی کے لئے غسل جیسی ہے۔ پانی کا غسل جسم کے ظاہری حصہ کو پاک کرتا ہے، اور روزہ جسم کے باطنی حصہ کو پاک کرنے والا ہے۔

حدیث میں ہے کہ جب تم میں سے کسی کو کھانے کے لئے بلایا جائے اور وہ روزہ دار ہو تو اس کو یہ کہہ دینا چاہئے کہ میں روزہ دار ہوں (اذا دعی احدکم الی طعام وھو صائم فلیقل انی صائم) مشکاۃ المصابیح ۱/۶۴۱)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا روزہ کا دن ہو تو وہ نہ بری بات بولے اور نہ شور کرے۔ اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا اس سے لڑائی کرنے پر آمادہ ہو تو اس کو یہ کہہ دینا چاہئے کہ میں روزہ دار ہوں۔ (مشکاۃ المصابیح ۱/۶۱۱)

روزہ کا مقصد یہ ہے کہ آدمی عملی پرہیز کی حالت اپنے آپ پر طاری کرے۔ اس طرح اس کے اندر ایک قسم کی پرہیزی فکر ابھرتی ہے۔ وہ سوچنے لگتا ہے کہ دنیا میں مجھے پرہیز والی زندگی گزارنا ہے۔ ایسی حالت میں اگر کوئی اسے کھانے کی کوئی چیز پیش کرے تو وہ فوراً کہہ دیگا کہ میں روزہ دار ہوں۔ کوئی اس کو برا کہے یا اس کے ساتھ اشتعال انگیزی کرے تو اس کے جواب میں وہ مشتعل نہیں ہوگا۔ کیوں کہ اس کا دل اس کے اندر سے کہہ رہا ہوگا کہ تم نے تو روزہ رکھ کر پرہیزگار بننے

کا عہد کر رکھا ہے۔ تم کیسے برائی کے فعل میں کسی کے ساتھ شریک ہو سکتے ہو۔

اس طرح روزہ آدمی کے اندر یہ مزاج بناتا ہے کہ وہ غیر انسانی باتوں سے پرہیز کرے۔ وہ غیر شریفانہ قسم کے قول و فعل سے اپنے آپ کو دور رکھے۔ وہ اخلاقی پرہیز کے ساتھ دنیا میں زندگی گزارنے لگے۔

یہ پرہیزگاری ہی موجودہ دنیا میں ہر قسم کی دینی اور دنیوی ترقی کی واحد ضمانت ہے۔ اس دنیا میں آدمی کو امتحان کے لئے بسایا گیا ہے۔ اس لئے یہاں طرح طرح کی آزمائشی ترغیبات بھی رکھ دی گئی ہیں تاکہ اس کے ذریعہ آدمی کو جانچا جائے، اور یہ دیکھا جائے کہ کون آزمائش میں پورا اترا، اور کون آزمائش میں ناکام ہو گیا۔

سب سے پہلے آدمی کا اپنا نفس ہے۔ آدمی کے نفس کے اندر بہت سے ناپسندیدہ جذبات پیدائشی طور پر موجود ہیں۔ مثلاً حسد، غصہ، نفرت، بغض، خود غرضی، مفاد پرستی، خود بینی، مصلحت پرستی اور انانیت وغیرہ۔ جب کوئی موقع آتا ہے تو یہ جذبات ابھرتے ہیں اور آدمی کو اپنی طرف کھینچ لے جانا چاہتے ہیں۔ یہ آزمائش کی گھڑی ہوتی ہے۔ اس وقت ضرورت ہوتی ہے کہ آدمی اسی پرہیزگاری کے اصول پر عمل کرے جس کی تربیت ایک اضافی کورس کے ذریعہ رمضان کے مہینہ میں اس کو دی گئی ہے۔

اسی طرح شیطان بار بار آدمی کو بہکاتا ہے۔ انسانی پروپگنڈے اس کو غلط سمت میں لے جانا چاہتے ہیں۔ عمومی رواج آدمی کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ ان تمام مواقع پر آدمی گمراہی کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ اس وقت جو آدمی پرہیزگاری کا اصول اختیار کر کے اپنے کو انحراف سے بچا لے وہ کامیاب ہے، اور جو شخص ایسا نہ کر سکے وہ دنیا میں بھی ناکام ہے اور آخرت کی طویل تر زندگی میں بھی ناکام۔

"پرہیز" ایک مستقل اصول ہے۔ اور روزہ اسی پرہیز کے اصول کا ایک سبق ہے۔ روزہ دار وہی ہے جس کا روزہ اس کو پرہیزگارانہ زندگی گزارنے کے قابل بنا دے۔

روزہ کی حقیقت

مسند احمد اور الترمذی میں یہ روایت آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے یہ پیشکش کی کہ وہ میرے لئے مکہ کی وادی کو سونا بنا دے۔ میں نے کہا کہ نہیں اے میرے رب، بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میں ایک دن سیر ہو کر کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ پس جب میں بھوکا رہوں تو میں تجھ سے تضرع کروں اور تجھ کو یاد کروں اور جب میں شکم سیر ہوں تو میں تیری حمد کروں اور تیرا شکر کروں (عرض علی ربی لیجعل لی بطحاء مكة ذهباً، فقلت : لا يا رب! ولكن أشبع يوماً و اجوع يوماً، فاذا جعت تضرعت اليك و ذكرتك، وإذا شبعتُ حمدتك وشكرتك) مشکاۃ المصابیح ۳/ ۴۳۴

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ احوال کے بغیر کیفیات پیدا نہیں ہوتیں۔ بھوک آدمی کے اندر عجز کی کیفیت ابھارتی ہے اور اس کو خدا کی یاد کرنے والا بناتی ہے۔ اس کے بعد جب آدمی کو سیری حاصل ہوتی ہے تو وہ اس کے اندر شکر کے جذبات کو بیدار کرتی ہے اور اس کو حمد خداوندی میں مشغول کر دیتی ہے۔

یہی روزہ کا اصل مقصد ہے۔ روزہ ایک سالانہ تربیتی کورس ہے جس کے ذریعہ آدمی کے اوپر بھوک کے احوال پیدا کئے جاتے ہیں، تاکہ اس کے اندر عجز اور تضرع اور انابت کی کیفیات ابھریں، وہ اللہ کو یاد کرنے والا بن جائے۔

روزہ میں دن کے وقت آدمی کو بھوک کا تجربہ کرایا جاتا ہے۔ اس کے بعد رات کو اسے اس تجربہ سے گذارا جاتا ہے کہ وہ شکم سیر ہو کر کھائے اور پئے، تاکہ اس کے اندر شکر کے جذبات بیدار ہوں اور اس کا سینہ حمد خداوندی سے معمور ہو جائے۔

تضرع اور شکر دو انتہائی مطلوب دینی کیفیات ہیں۔ رمضان کے روزے کا مقصد یہ ہے کہ دن کی بھوک اور رات کی شکم سیری کے ذریعہ یہ دونوں مطلوب کیفیات آدمی کے اندر پیدا کی جائیں۔

علامتی روزہ

رمضان کے مہینہ کا روزہ ایک اعتبار سے علامتی روزہ ہے۔ قرآن (البقرہ ۱۸۵) کے لفظوں میں وہ صوم یُسر ہے نہ کہ صوم عُسر۔ رمضان کے مہینہ میں جو روزہ رکھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ۳۰ دنوں تک کے لیے دن کے اوقات میں جسم کو کھانے اور پینے سے روک دیا جاتا ہے۔ کھانا اور پانی انسان کی ایک ضرورت ہے۔ اسی طرح انسان کی اور بھی اَن گنت ضرورتیں ہیں، محدود مدت کے لیے صرف ایک ضرورت پر پابندی عائد کرنا گویا صوم یسر ہے۔ اسی طرح اگر تمام ضرورتوں پر پابندی لگا دی جائے تو وہ صوم عسر کے ہم معنی ہو گا۔

مگر انسان اپنے عجز کی بنا پر صوم عسر کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو صوم یسر کا حکم دیا۔ تاکہ وہ اپنی ایک ضرورت کے بارہ میں محدود پابندی کا تجربہ کر کے اپنے اندر اس احساس کو جگائے کہ رب العالمین اگر اسی طرح تمام ضرورتوں پر پابندی عائد کر دے تو اس کا انجام کیا ہو گا۔ ایسا اس لیے کیا گیا تاکہ آدمی کے اندر زیادہ سے زیادہ شکر کا جذبہ پیدا ہو۔

اب صوم عُسر کا تصور کیجئے ـــــ انسان کا نظام ہضم (میٹابلزم) اگر کام کرنے سے رک جائے۔ دل اگر خون کے دوران کو جاری نہ کرے۔ دماغ کا کمپیوٹر اگر اپنا کام بند کر دے۔ طبیعت مدبرۂ بدن اگر اپنے عمل کو روک دے تو یہ سب صوم عسر ہو گا۔ اسی طرح جسم کے باہر سورج اگر روشنی اور حرارت ہماری طرف نہ بھیجے۔ اگر ہوا آکسیجن کی سپلائی نہ کرے۔ زمین اگر اپنی قوت کشش کو معطل کر دے۔ اس طرح کی بے شمار چیزیں ہیں جو گویا صوم عسر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اگر وہ پیش آ جائیں تو انسان کی پوری زندگی تہہ و بالا ہو کر رہ جائے گی۔

یہ اللہ کی بہت بڑی رحمت ہے کہ اس نے صوم عسر کا حکم نہ دے کر ہم کو صرف صوم یسر کا مکلف کیا۔ انسان اگر اس خدائی رحمت کا احساس کر کے اس پر سچا شکر ادا کرے تو اس کو نہ صرف صوم یسر کا اجر ملے گا بلکہ وہ صوم عسر کا عظیم تر ثواب بھی پائے گا۔ اسی لیے حدیث میں یہ بشارت آئی ہے کہ دوسرے تمام اعمال کا اجر دس گنا سے سات سو گنا تک دیا جاتا ہے مگر صوم (روزہ) کا اجر لامحدود ہے، اور وہ خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کو دیا جائے گا۔ یہ عظیم ثواب اِن لوگوں کے لیے ہے جو جسمانی طور پر صوم یسر کا اہتمام کرنے کے ساتھ شعوری طور پر صوم عسر کا بھی تجربہ کر سکیں۔

دلیل نبوت

رمضان کا مہینہ اسلام میں روزہ کا مہینہ ہے۔ قرآن میں صوم رمضان کا حکم دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اے ایمان والو، تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے اگلوں پر وہ فرض کیا گیا تھا تاکہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو (البقرہ ۱۸۳)

موجودہ زمانہ میں ساری دنیا کے مذاہب کا تفصیلی مطالعہ کیا گیا ہے۔ اس مطالعہ سے معلوم ہوا ہے کہ دنیا میں کوئی چھوٹا یا بڑا مذہب ایسا نہیں ہے جس میں روزہ کا تصور موجود نہ ہو۔ ہر مذہب میں کسی نہ کسی طور پر روزہ کا رواج پایا جاتا ہے۔ انسانی معاشروں کے ایک مغربی عالم نے لکھا ہے کہ یہ مشکل ہوگا کہ کسی بھی ایسے مذہبی نظام کی نشاندہی کی جائے جس میں روزہ (fasting) کو بالکل ہی نہ مانا گیا ہو:

It would be difficult to name any religious system of any description in which it is wholly unrecognized. (X/193).

مزید یہ کہ عرب قبائل میں اس زمانہ میں جو مذہب تھا اس میں روزہ کا رواج پایا نہیں جاتا تھا۔ چنانچہ فلپ ہٹی نے لکھا ہے کہ ہمارے پاس اس بات کی کوئی شہادت نہیں ہے کہ اسلام سے پہلے عرب کے مشرکانہ سماج میں روزہ کا کوئی رواج موجود تھا:

We have no evidence of any practice of fasting in pre-Islamic pagan Arabia. (p. 133)

ان حقیقتوں کو سامنے رکھئے تو معلوم ہوگا کہ قرآن کے مذکورہ الفاظ محض سادہ الفاظ نہیں۔ بلکہ وہ دلیل نبوت ہیں۔ مواصلات اور معلومات کے جدید دور سے چودہ سو سال پہلے عرب کا ایک آدمی ہرگز یہ نہیں جان سکتا تھا کہ دنیا کے تمام مذاہب میں روزہ کا رواج کسی نہ کسی طرح پایا جاتا ہے۔ جب کہ حال یہ تھا کہ اپنے قریبی معاشرہ میں وہ ایسے عمل کا مشاہدہ بھی نہیں کر رہا تھا۔ یہ واقعہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ خدا کے پیغمبر تھے۔ خدا کے سوا کوئی نہیں جو اس وقت آپ کو اس عالمی واقعہ کی خبر دے سکے۔

عید الفطر

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو وہاں کے لوگ ایک سالانہ تیوہار مناتے تھے۔ اس میں کھیل تماشا اور دنگل ہوا کرتا تھا۔ آپ نے اہل ایمان سے فرمایا کہ اللہ نے تمہارے لئے اس سے بہتر دو تیوہار مقرر کئے ہیں ـــــ عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔

عید الفطر کے معنی ہیں افطار کا تیوہار۔ یہ رمضان کا مہینہ ختم ہونے کے فوراً بعد آتا ہے۔ اس دن مسلمان آزادانہ طور پر کھاتے پیتے ہیں۔ خوش ہو کر ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ دو رکعت خصوصی نماز اجتماعی طور پر پڑھتے ہیں۔ یہ گویا مہینہ بھر کی پابندی کے بعد آزادی کا دور شروع ہونے کا پہلا دن ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو عید الفطر کہا جاتا ہے۔

عید کے دن لوگ اپنے گھروں سے نکل کر باہر آتے ہیں تو ہر طرف السلام علیکم، السلام علیکم کا ماحول قائم ہو جاتا ہے۔ اس طرح لوگوں میں خوش گوار تعلقات پیدا ہوتے ہیں۔ محبت اور ہمدردی کی روایتیں زندہ ہوتی ہیں۔ ایک دوسرے کے احترام کی قدریں فروغ پاتی ہیں۔ یہ احساس ابھرتا ہے کہ تمام انسان ایک وسیع کنبہ ہیں۔ اور سب کو باہم مل جل کر اور ایک دوسرے کا خیر خواہ بن کر رہنا چاہئے۔

ان احساسات کے تحت جب تمام چھوٹے اور بڑے لوگ میدان میں جمع ہو کر اکٹھے عبادت کرتے ہیں تو وہ اس بات کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ سب کا خدا ایک خدا ہے۔ اور تمام انسان اسی کے بندے ہیں۔ اس طرح عید کے دن کا مزید فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان اتحاد اور یک جہتی کو فروغ دینے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

عید کا دن عبادت کا دن ہے۔ عید کا دن خوشی منانے کا دن ہے۔ عید کا دن سماجی قدروں کو فروغ دینے کا دن ہے۔ عید کا دن انسانی تعلقات قائم کرنے کا دن ہے۔ عید کا دن اس لئے ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے محبت کرنا سیکھیں۔ لوگ ایک دوسرے کا احترام کرنے کی تربیت حاصل کریں۔ عید کا دن بیک وقت خدائی دن بھی ہے اور اسی کے ساتھ انسانی دن بھی۔ وہ خدا کے ساتھ

انسان کے تعلقات کو بڑھاتا ہے اسی کے ساتھ وہ انسانی تعلقات کو اس بنیاد پر استوار کرتا ہے جو واحد مضبوط بنیاد ہے، یعنی باہمی محبت۔ عید آغازِ حیات کا دن ہے۔ روزہ کا مہینہ احتساب کا مہینہ ہے اور عید کا دن اس کے بعد نئے حوصلوں کے ساتھ مستقبل کی طرف اپنا سفر شروع کرنے کا دن۔

روزہ کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی دنیا سے اور دنیا کی چیزوں سے ایک محدود مدت کے لئے کٹ کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ حتیٰ کہ اپنی فطری ضروریات تک میں کمی کر دے۔ رمضان کا اعتکاف اسی کی انتہائی صورت ہے جب کہ بندہ ماسوا سے قطع تعلق کر کے خدا کے گھر میں آکر پڑ جاتا ہے۔ اس کا مطلب لوگوں کو رہبان بنانا نہیں ہے۔ یہ "حساب کئے جانے سے پہلے اپنا حساب کر لو" کا ایک وقتی لمحہ ہے تاکہ مستقل زندگی کے لئے لوگوں کو تیار کیا جائے۔ عید کا دن اس وقتی لمحہ کا خاتمہ ہے جب کہ مسلمان نئے شعور اور نئی قوت عمل کے ساتھ از سر نو زندگی کے میدان میں داخل ہوتا ہے۔ تزکیۂ نفس اور صبر اور تعلق باللہ کی جو دولت اس نے روزہ کے ذریعہ پائی ہے، اس کو وہ ساری زندگی میں پھیلانے کے لئے دوبارہ دنیا کے ہنگاموں میں واپس آجاتا ہے ــــ روزہ وقتی طور پر عالم مادی سے کٹنا ہے اور عید دوبارہ عالم مادی میں لوٹ آنا۔ روزہ جس طرح محض بھوک پیاس نہیں ہے۔ اسی طرح عید محض کھیل تماشہ کا نام نہیں ہے۔ روزہ اللہ سے قربت حاصل کرنے کی کوشش ہے اور عید اس نئے بہتر سال کا آغاز ہے جو روزہ کے بعد روزہ داروں کے لئے مقدر کیا گیا ہے۔

آیئے ہم عید سے اپنی نئی زندگی شروع کریں۔ عید کے دن کو اپنی دینی و ملی تعمیر کے آغاز کا دن بنائیں۔ آج ہم نئی ایمانی قوت اور نئے عملی حوصلہ کے ساتھ زندگی کی جدو جہد میں داخل ہوں۔ ہمارا سینہ خدا کے نور سے روشن ہو۔ ہماری مسجدیں خدا کے ذکر سے آباد ہوں۔ ہمارے گھر تقویٰ اور تواضع کے گھر بن جائیں۔ اللہ کے لئے ہم سب ایک ہو کر وہ جدو جہد شروع کریں جس کے نتیجہ میں ہم کو دنیا میں اللہ کی نصرت ملتی ہے اور آخرت میں اللہ کی جنت۔ روزہ کے بعد عید کا آنا روزہ داروں کے لئے خوش خبری ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے اعلان ہے کہ اگر ہم نے روزہ کی اسپرٹ کو زندگی میں استعمال کیا تو ہم دونوں جہان کی خوشیوں سے ہم کنار ہوں گے۔